محمد عباس طور
مدرس جھوک دادو

فضائل ومسائل
رمضان المبارک

رہے ماہ رمضان د ایام اُد — کہ چوں صبح عیداست ہر شام اُد

جملۂ اہل اسلام کو

ماہ رمضان مبارک ہو، خاکسار جیسا ہیچ مدان ماہِ رمضان کی فضیلت کو لکھے تو کیا لکھے، جب کہ اس بابرکت ماہ میں از روئے آیت کریمہ :

" شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىٓ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ - یہ وہ ماہِ رمضان ہے جس میں فرقان حمید جیسی کتاب نازل ہوئی -

رمضان المبارک دنیا کی عظیم اور آخری الہامی کتاب قرآن حکیم کے نزول کی سالگرہ کا مہینہ ہے -
اس شہر مبارک کے فضائل ومسائل کی تفصیلات میں جانے سے قبل لفظ رمضان" اور صوم" کی لغوی واصطلاحی تحقیقات پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے جائیں -

لفظ رمضان لغتاً :

رمضان مادہ راء، میم اور ضاد (رمض) ہے - رمض گرمی کی جلن کا نام ہے، جو کہ موسم خریف سے پہلے کی بارش جو گرم زمین پر ہو (مصباح اللغات صہ ۳۱۵)
اس طرح رمضان کے مادہ رمض کا ایک اور معنیٰ کیا گیا ہے - الترمض محرکة شدة وقع الشمس علی الرمل - یعنی ریت وغیرہ کے ذرات پر سورج کی تمازت کا شدت سے پڑنا -
(قاموس، جلد ۲، صہ ۲۳۲)

وجہ تسمیہ :

رمضان کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے مجمع البیان میں مرقوم ہے :

سُمّی رمضان لانّہ یرمض الذنوب : کہ اس ماہ کا نام رمضان اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ مہینہ (روزہ داروں کے) گناہ جلا دیتا ہے، قاموس میں بھی وجہ انھی معنوں پر مشتمل ہے ۔صرف الفاظ کا فرق ہے، قاموس کی عبارت یہ ہے :

سمّی رمضان لانہ یحرق الذنوب ۔

لفظ صوم لغتاً :

الصوم فی اللغۃ الامساك : یعنی لغت میں صوم کسی کام سے رُک جانے یا باز رہنے کا نام ہے ، جیسا کہ کہا جاتا ہے صاحت الریح ہوا رُک گئی ۔ (مصباح اللغات۔ صـ۲۸۶)

لفظ صوم اصطلاحاً :

ھوالامساك عن شھوتی البطن والفرج یوماً کاملاً من طلوع الفجر الی غروب الشمس بنیّۃ التقرّب الی اللہ عزّوجلّ ۔

طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک پورا دن اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی نیت سے پیٹ اور نفس امارہ کی شہوت رانی سے باز رہنے کا نام روزہ ہے ۔ یاد رہے روزے کی نیت قبل الفجر ضروری ہے ، کیوں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا شاہد ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

جس شخص نے فجر سے پہلے روزے کی نیت نہیں کی اس کا کوئی روزہ نہیں ہے ۔

لیکن احناف اس کے خلاف ہیں جیسا کہ اُن کی فقہ کی کتب میں موجود ہے مثلاً ہدایۃ جلد اول صـ۲۱۱ شرح وقایہ، کنز الدقائق، درالمختار، فتاویٰ عالمگیری اور فتاویٰ قاضی خان کہ :

اِنْ لم ینوِحتی اصبح اُجزتہ النِّیّۃ ما بینہ وبین الزوال ۔

یعنی اگر رات کو (فرض) روزے کی نیّت نہ کرے تو دن کو زوال کے وقت تک نیت کرنا جائز ہے ۔

تو یہ مسئلہ سرے سے ہی اس حدیث کے خلاف ہے ، جو کہ دیگر حدیث کی کتب کے باوجود موجود ہے ۔ بلوغ المرام میں ہے :

عن حفصۃ اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنھا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من لم یبیّت الصیام قبل الفجر فلا صیام لہ ۔ (بلوغ المرام کتاب الصیام)

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا جس نے فجر سے پیشتر روزے کی نیت نہ کی تو اس کا کوئی روزہ نہیں۔

بتدعین کی غلطی کا ازالہ :

آج کل کی چھپنے والی پاکٹ سائز نماز کی کاپیاں اور خصوصاً رمضان میں شائع ہونے والے اوقات سحری وافطاری کے تجارتی ایڈورٹائزنگ کیلنڈر پر عموماً روزہ رکھنے کی نیت وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ لکھی ہوتی ہے، کہ میں نے صبح کے رمضان کے روزہ کی نیت کی۔ یہ نیت من گھڑت اختراعی اور ایجاد بندہ کے سوا کچھ نہیں، احادیث مبارکہ میں یہ کہیں نہیں ملتی کیوں کہ نیت زبان کے ساتھ نہیں بلکہ دل سے ہوتی ہے۔ اس بات کی شہادت فقہ حنفیہ کی کتب میں بھی موجود ہے کہ محلّها القلب یعنی نیت دل سے ہوتی ہے، نہ کسی زبان سے اگر زبان سے یہ مروجہ الفاظ بھی ادا کیے جائیں تو نیت تو نہ رہی بلکہ کلام بن گئی۔

لغوی معنیٰ :

نوى الشئ قصده وعزمه ومنه النية فانها عزم القلب وتوجهه وقصده الى شئ۔ (قاموس جلد ۴)

یعنی نوی الشئ کا معنی اس کا قصد کرنا اور اس کے لیے عزم کرنا ہے اسی میں سے نیت ہے، اس کا معنی دل کا عزم اور اس کی توجہ کسی شی کا قصد کرنا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ نیت کا لغوی معنی دل کے قصد اور ارادہ کا نام ہے۔

شرعی معنیٰ :

فتح الباری میں ہے :

والشرع خصصه بالارادة المتوجهة نحو الفعل لابتغاء رضاء الله و امتثال حكمه۔ (فتح الباری جلد ۱)

شریعت نے نیت کے لفظ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی کام کے ارادہ کے لیے خاص کر دیا ہے۔

ہدایہ میں ہے :

والنیۃ ھی الارادۃ والشرط ان یعلم بقلبہ اے صلوۃً یصلی اما الذکر باللسان فلا (ھدایہ اولین صک)

نیت ارادہ کا نام ہے اور شرط یہ ہے کہ نمازی دل سے جانتا ہو کہ وہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے، لیکن زبان سے نیت کرنا اس کا اعتبار نہیں۔

اس کے آگے صاحب ہدایہ نے لکھا ہے :

ویحسن ذلك لاجتماع عزیمتہ۔

یعنی عزم کی پختگی کے لیے زبان سے نیت کرنا اچھی بات ہے۔

صاحب ہدایہ کی یہ اپنی رائے ہے۔ شریعت اور لغوی معنیٰ کے مقابلہ میں اس رائے کو کوئی اہمیت حاصل نہیں۔

حنابلہ کا مذہب :

مروجہ نیت کے متعلق مذہب حنابلہ سے تائید ہوئی کہ جس طرح نماز ادا کرنے سے قبل نیت ارادۃً ہوتی ہے، اسی طرح روزے سے قبل بھی۔ یہی مذہب علامہ عینی حنفی نے مرقات شرح مشکوۃ میں زاد المعاد سے یہ عبارت نقل کی ہے :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلوۃ قال اللہ اکبر ولم یقل شیئًا قبلھا ولا تلفظ بالنیّۃ البتّۃ الخ (سعایہ حاشیہ ھدایہ)

کہ آں حضرت صلعم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور اس سے پہلے کچھ نہ کہتے اور نہ نیت کو الفاظ سے ادا کرتے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی :

باید دانست کہ نیت کار دل است بزبان گفتن حاجت نبود واگر زبان گویند و دل غافل باشد اعتبار نہ دارد۔ (اشعۃ اللمعات صہ۱۹)

جاننا چاہیے کہ نیت دل کا فعل ہے۔ زبان سے ادا کرنے کی حاجت نہیں، اور اگر زبان سے نیت کریں، اور دل اس سے غافل ہو تو اس نیت کا اعتبار نہیں۔

علّامہ عینی حنفیؒ :

لا عبرة بالذکر باللسان لانہ کلام لا نیتہ۔

زبان سے نیت کرنے کا اعتبار نہیں، اس لیے کہ زبان سے ذکر کرنے کا نام کلام ہے نیت نہیں ہے۔ (شرح تحفہ)

علّامہ تھانویؒ :

نماز کی شرائط کو بیان کرتے ہوئے آپ نے لکھا ہے جس نماز کو پڑھنا چاہے اس کی نیت یعنی دل سے ارادہ کرے۔ (بہشتی زیور دوسرا حصہ صہ ۱۲۹)

علّامہ عبدالحی لکھنویؒ :

فقہ حنفیہ کی معتبر۔متداول اور درس نظامی میں شامل نصاب کتاب شرح وقایہ صہ ۹ کے حاشیہ عمدۃ الرعایۃ پر لکھا ہے :

الاکتفاء بنیة القلب وھو مجزئ اتفاقاً وھو الطریقة المشروعة المأثورة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فلم ینقل عن واحد منھم التکلم بنویت اونوی الاخر۔

یعنی بالاتفاق دل سے نیت کرلینا ہی کافی ہے، اور نبی اکرمؐ اور آپؐ کے صحابہ سے یہی طریقہ منقول و ماثور ہے۔ اور "میں نیت کرتا ہوں یا میں نے نیت کی" کسی ایک سے بھی نقل نہیں کیے گئے، اور یہی تحقیق ابن الھمام کی فتح القدیر اور علّامہ ابن القیم کی زادالمعاد میں ہے۔

باعث تعجب بات تو یہ ہے کہ جب کتب حنفیہ میں صراحت موجود ہے تو پھر یہ وبصوم نویت من شھر رمضان۔ معلوم نہیں کیوں ایجاد کی گئی۔

عام فہم اور سیدھی سی بات ہے کہ جب رات کو ٹائم پیس کے الارم کو چابی بھر دی ہے، چولھے وغیرہ میں تیل ڈال دیا ہے، اور ماچس پاس رکھ دی گئی ہے۔ الغرض صبح کو روزہ رکھنے کی مکمل تیاری جب کرلی ہے تو پھر منہ سے ضرور یہی کہے تو بات بنے گی۔

یہ تو پھر ایسے ہی ہوا، جب کوئی شخص روٹی کھانے سے قبل کہے کہ میں یہ کھانا کھاتا ہوں تاکہ میری بھوک اتر جائے اور میرا پیٹ بھر جائے۔ یا کپڑا پہننے سے قبل کہے میں یہ کپڑا پہنتا ہوں تاکہ میرا جسم شدت حرارت و برودت سے بچ جائے، اور میرا ستر بھی ڈھک جائے۔

المختصر: یہ کہ روزہ رکھنے کی نیت درست کریں ——— بس دل میں نیت کر لینا ہی کافی ہے۔

فرضیت روزہ کا مقصد:

خداوند کریم کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو محض متقی بنانے کی خاطر روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ القصہ روزہ ہمارے لیے بے شمار فوائد رکھتا ہے جن کی تفصیل کے لیے ایک دفتر کی ضرورت ہے۔ لہٰذا نہایت اختصار سے اس کی خوبیاں و حکمتیں مخالفین اسلام کو دکھائی جاتی ہیں کہ ہمارا اسلام اور روزہ کتنی بڑی حکمت پر مبنی ہے۔

۱۔ انسانی فطرت اس بات کو چاہتی ہے کہ نفس ہمیشہ عقل کے ماتحت رہے، چوں کہ روزہ میں نفس کی کسی خواہش کی پرواہ نہیں کی جاتی بلکہ اس کی ہر تمنا کو دبانا روزہ دار کا اولین فرض ہوتا ہے۔ لہٰذا نفس امارہ عقل کی ماتحتی میں بخوشی کام کرنے لگ جاتا ہے۔

۲۔ انسان احسان فراموش واقع ہُوا ہے۔ ہم دن رات اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھاتے پیتے ہیں۔ لیکن شکر گزاری کا نام تک نہیں لیتے، اور یہ امر مسلّمہ ہے کہ اگر کسی کی کوئی محبوب و مرغوب چیز کچھ عرصہ تک گم رہے تو اس کو اس کی قدر معلوم ہوتی ہے یہی حال روزہ دار کا ہے۔ سارا دن کھانا پینا متروک ہونے کی وجہ سے اس کو شام کے وقت قدر معلوم ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حقیقی شکر گزار بنا رہتا ہے۔

۳۔ چوں کہ انسان کو روزہ میں بھوکا پیاسا رہنا پڑتا ہے اس لیے اس میں مساکین و فقراء کے ساتھ حقیقی مروت و ہمدردی کرنے کے جذبات پیدا ہوتے ہیں کیوں کہ جن اُمراء نے کبھی بھوک پیاس دیکھی ہی نہیں وہ غرباء کے احوال سے کب آشنا ہو سکتے ہیں۔

۴۔ عشق و محبت کے اس تقاضے کو ایک عاشق بخوبی جانتا ہے کہ جب یاد معشوق اسے بے قرار کرتی ہے تو وہ کھانے پینے کو ترک کر دیتا ہے۔ دنیا کی دلکش سے دلکش چیزیں موجود ہوتی ہیں گو عاشق کا دل کسی کو بھی نہیں چاہتا یہی حال روزہ میں روزہ دار کا ہے۔ حکم الٰہی کی تعمیل کرتے

ہوئے اس کی محبت اور عظمت حضرت انسان کو اکل وشرب کا صحیح تارک بنا دیتی ہے۔

۵۔ جس طرح جسمانی صحت کے لیے اطباء نے بھوک پیاس کو مفید خیال کیا ہے ایسا ہی زاہدوں نے بھوک کو تزکیہ نفس وصفائی قلب کے لیے اکسیر ثابت کیا چناں چہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں۔

(الف) الجوعُ سیّد العمل - یعنی بھوک تمام عملوں کی سردار ہے۔

(ب) الجوع مخّ العبادة - یعنی بھوک تمام عبادتوں کا مغز ہے۔ الجوع مخ العبادة۔

(ج) الجوع طعام الانبیاء - یعنی بھوک نبیوں کی خوراک ہے۔

(د) طهروا قلوبكم بالجوع لتنظروا الى عظمة الله - یعنی تم اپنے دلوں کو بھوک سے صاف کرو تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دیکھ سکو۔

الغرض بھوک و پیاس تزکیۂ نفس کے لیے ایک کامل ذریعہ ہے جس کا نبیوں کے علاوہ اور بزرگوں نے بھی اعتراف کیا ہے۔

روزہ کی انفرادی حیثیت :

پانچوں ارکان اسلام میں سے روزہ کے علاوہ دیگر ارکان ظاہری ہیں۔ جیسے نماز ہے تو وہ پوشیدہ نہیں رہ سکتی بلکہ واركعوا مع الراكعين کے تحت نماز پڑھنے والے کو دیگر نمازیوں کا ایک جم غفیر دیکھتا ہے۔ حج کی ادائیگی پر اسے سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ طواف کرتے دیکھیں گے، رمی کرتے پائیں گے اور سعی بین الصفا والمروۃ میں ساتھ ہوں گے۔

اور زکوٰۃ ہے تو وہ بھی کم از کم لینے اور دینے والے دو افراد کے روبرو انجام پائے گی، زکوٰۃ دینے والا اپنے عمل اور زکوٰۃ کو پوشیدہ اور مخفی نہیں رکھ سکتا مگر روزہ وہ منفرد عبادت ہے کہ اس کا ظاہر سے ایک وقت تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ مثلاً جب کہ بندہ وخدا ہی کا باہمی معاملہ رہ جاتا ہے والدین اور بہن بھائیوں میں بیٹھ کر سحری کھائی جاتی ہے۔

مگر جب روزہ دار روزہ کی شدت کو کم کرنے کے لیے نہانے کے وقت تنہا غسل خانہ میں ہوتا ہے کوئی دیکھنے والا نہیں سخت پیاس لگی ہوئی ہے۔ ہونٹوں پر پپڑیاں جم رہی ہیں۔ گرمی کا موسم ہے، آفتاب کی شدت تمازت خون کھولا رہی ہے۔ مگر کیا مجال کہ ایک گھونٹ پیئے، اس لیے کہ جس کے لیے روزہ رکھا ہے، وہ رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے۔

اسی لیے ہی خدائے ذوالجلال نے اس عبادت کی انفرادی حیثیت کے پیشِ نظر اس کے ثواب کو بذاتِ خود اپنے ذمہ لیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

الصوم لی و انا اجزی بہ۔ کہ روزہ میرے لیے ہے، اور اس کی جزا بھی میں خود دوں گا۔

روزہ ایک طویل اخلاقی ٹریننگ :

اخلاقِ انسانی کو سنوارنے کے لیے ہی اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا، اور خصوصاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارکان اسلام بتائے وُہ سبھی اخلاقی اقدار کی تعلّی کے لیے ہیں مگر روزہ باقی چاروں ارکان سے اخلاقیات کی تکمیل کے لیے سب سے طویل اور کڑی ٹریننگ ہے۔ دیکھ لیجیے اقرار توحید و رسالت تو مسلمان کے لیے زندگی میں ایک ہی بار فرض ہے۔ نماز بھی چند منٹ میں ادا کی جاتی ہے۔ زکوٰۃ سال بھر میں ایک ہی مرتبہ ہے۔ حج اگرچہ کافی وقت لیتا ہے مگر پوری زندگی صرف ایک ہی بار فرض ہے۔ جب کہ روزہ وُہ عبادت جو مسلمان سے ہر سال ایک مہینہ یعنی ۳۶۰ گھنٹے وقت لیتا ہے۔ مگر انسان میں اوصاف عالیہ پیدا کر دیتا ہے۔

جو حقیقتاً بلند اخلاقی کا طرۂ امتیاز ہیں۔ جیسا کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے:

من لم یدع قول الزّور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ۔

یعنی جو انسان جھوٹ نہیں چھوڑتا خدا کو اس کے بھوکا پیاسا مرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہی روزہ کا اصل فلسفہ ہے، کیوں کہ جس آدمی نے جھوٹ چھوڑ دیا گویا وُہ اس ترک کذب بیانی کی بدولت ہر قسم کی بد اخلاقی سے باز آجائے گا۔

اس کے علاوہ روزہ نظم وضبط اتحاد و یگانگت کی بھی تربیت بایں طور کرتا ہے کہ فوجی ٹریننگ یا پریڈ کی طرح ہر ایک کو ایک ہی وقت میں سحری کھانا ہے، اور اذان ہونے پر بیک وقت سب نے اکل و شرب ترک کرنا ہے۔ اور غروب آفتاب کے وقت سب کو ایک ہی وقت پر افطار کرنا ہے۔ گویا اس مہینہ بھر کے کورس سے روزہ انسانی زندگی میں اجتماعیت اور اتحاد کی وُہ روح پھونک دیتا ہے جو مسلمان قوم کا طرۂ امتیاز ہے۔ اور مطلوب و مقصودِ مؤمن ہے۔

سپیشل گیٹ :

جیسا کہ مسلّم قاعدہ ہے کہ جتنا ہی کوئی کورس زیادہ لمبا اور مشکل ہوتا ہے، اسی قدر اس پر پوسٹ (نوکری)

بھی بڑی اور معزز ملتی ہے ، اسی طرح روزہ دار کی ٹریننگ جتنی لمبی اور کڑی ہے ، اسی قدر انعام بھی بہت بڑا ہے ۔

دنیا میں تو اسے یہ یقین دھانی کرائی گئی ہے کہ "الصوم جُنّۃ" کہ یہ بندہ انسان کے دیرینہ اور مکار دشمن شیطان کی یلغار سے محفوظ رہنے کے لیے ڈھال کا کام دے گا جب کہ آخرت میں :

فی الجنّۃ ثمانیۃ ابواب منھا باب یسمّی الرّیان لا یدخلہ إلا الصائمون

(متفق علیہ)

کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک کا نام باب ریان ہے ۔ اس میں سے روزہ دار کے علاوہ کسی کو گزرنے کی اجازت نہیں گویا وہ گیٹ روزہ کے لیے سپیشل ہے ۔

اہل اسلام کو کمر ہمت باندھ کر اور نہایت چست و ہوشیار ہوکر رمضان مبارک کی بھلائیوں اور فیوض و برکات سے مستفید ہونا چاہیے کیوں کہ بلانے والا بلاتا ہے :

یا باغی الخیر اقبل و یا باغی الشرّ اقصر ۔

اے خیر کے متلاشی آگے بڑھ اور شر کے طالب رُک جا !

جو لوگ رمضان المبارک میں دن کو روزہ رکھتے ہیں ، اور رات کو عبادات و نوافل میں گزارتے ہیں جب یہ ماہ ختم ہوگا تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک و صاف ہوں گے ، جیسے ابھی اس دنیا میں آنکھ کھولی ہے ۔